ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE: 2789-8784

ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com

ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.4 (2024)
(October to December)

منو بھائی کے سیریل ڈراما "پاگل، احمق، بے وقوف" کا موضوعاتی مطالعہ

A Thematic Study of Manu Bhai's Serial Drama "Pagal, Aehmaq, Bewafuk"

عمر فاروق

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبۂ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

Umar Farooq

Ph.D Scholar, Department of Urdu, University of Education, Lahore

Abstract:
Manobhai does not need any introduction in Urdu drama. He is one of the playwrights of Pakistan, who gave drama the shape of a movement, and made it a part of Pakistani culture. The drama serial "Pagal, Mofool, Bewafuk" consists of three volumes and fifteen episodes and the duration of each episode is fifty minutes. This drama revolves around three main characters. Among them, Masihuddin, who is a doctor by profession. The second is Mohabbate Ali Khan who is a film director and the third is Danish who is a professor and his full name is Professor Waqar Ahmed Danish. To create interest in the drama, two characters are also presented who are very close to each other but both have different religions. Jaa is in love. Hamid is a doctor in her hospital, and he is deeply in love with her. Their families and traditions are completely different, which makes them feel that they will never meet each other. They will not be able to.

Keywords: Urdu drama, Pakistani culture, Mohabbate Ali Khan, different religions, families and traditions

منو بھائی کا نام اُردو ڈراما نگاری میں کسی تعارف کا متاج نہیں۔ آپ کا شمار پاکستان کے ان ڈراما نگاروں میں ہوتا ہے، جنھوں نے ڈراما کو ایک تحریک کی شکل عطا کی، اور اسے پاکستانی تہذیب کا حصہ بنایا۔ نئے ڈراما نگاروں کے لیے ان کا فن مثل راہ ہے۔ انھوں نے ان موضوعات پر قلم اٹھایا، جس کی معاشرہ کو ضرورت تھی۔ سنجیدگی کے ساتھ مزاح اور مزاح کے ساتھ سنجیدگی کو منو بھائی نے یوں جوڑ دیا ہے کہ دو لخت کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

> "منو بھائی کا شمار ان ڈراما نگاروں میں ہوتا ہے، جن سے بیک وقت دو نسلیں اور دو زمانے واقف و آشنا ہیں۔"(۱)

"سونا چاندی" ڈراما منو بھائی کا شاہکار ہے، جس نے نا صرف منو بھائی کو بلکہ پاکستان ٹیلی ویژن کو بھی شہرت عطا کی۔ اس کے علاوہ ان کے دیگر ڈراموں میں پلیٹ فارم، جھوک سیال، باوٹرین، ابابیل، چھوٹے، یہ کہانی نہیں ہے، دشت، مسرت، ساحل، نغمے کا سفر، پے سے پہاڑ، وہ آنکھیں، سیاسی ورکشاپ اور دیواریں زیادہ نمایاں ہیں، جن میں اس نے معاشرہ کے ہر ایک موضوع پہ قلم اٹھایا ہے۔

"ڈراما سونا چاندی کے علاوہ طویل دورانیے کے کھیل "خوبصورت" اور "گمشدہ" آج بھی لوگوں کو یاد ہیں۔ سلسلہ وار کھیل "آشیانہ" میں وہ خاندانی اقدار سے جڑے مسائل کو سامنے لاتے ہیں تو مشہور ڈراما "دشت" کے ذریعے انھوں نے بلوچستان کی صحرائی ثقافت کو اپنے قلم کی زینت بنایا ہے۔ اس کے علاوہ منو بھائی نے مشہور ڈراما "جھوک سیال" کو ڈرامائی تشکیل بھی دی۔ یہ ڈراما دیہاتی منظر نگاری اور کردار نگاری کے حوالے سے ایک سنگ میل گردانا جاتا ہے۔"(۲)

ڈراما سیریل "پاگل، احمق، بے وقوف" تین جلدوں اور پندرہ اقساط پہ مشتمل ہے اور ہر قسط کا دورانیہ پچاس منٹ ہے۔ یہ ڈراما تین مرکزی کرداروں کے گرد گھومتا ہے۔ ان میں مسیح الدین جو کہ پیشہ کے اعتبار سے ڈاکٹر ہیں، دوسرا محبت علی خاں جو کہ ایک فلم ڈائریکٹر ہیں اور تیسرا دانش جو کہ پروفیسر ہیں اور ان کا پورا نام پروفیسر وقار احمد دانش ہے، شامل ہیں۔ ان تینوں کرداروں کے گرد یہ ڈراما گھومتا ہے، جن کو اس معاشرہ نے پاگل قرار دے کر ان سے جینے کا حق چھین لیا ہے اور وہ اپنی زندگی کے بہترین پچیس سال پاگل خانہ میں گزار دیتے ہیں۔ ان تینوں کے ساتھ ظلم و ستم کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ ان کے اپنے ہی خاندان کے لوگ ہیں، جو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر ان سے اس حد تک نفرت کرتے ہیں کہ وہ پاگل خانہ تک جا پہنچتے ہیں۔ ان تینوں کرداروں میں اہم کردار ڈاکٹر مسیح الدین کا ہے جو اپنی بہو کی ستم ظریفیوں، ان کے لالچ اور دولت کی ہوس کے پیش نظر گھر سے نکالے جاتے ہیں، کیونکہ ڈاکٹر مسیح الدین کے مرنے کے بعد تمام تر جائیداد اور گھر اُن کی بہو (شہیلا) کے حصہ میں آنا تھا، اس لیے شہیلا اپنے سسر پہ طرح طرح کے لزامات لگاتی ہے۔ وہ اپنی ہی بہین کو گھر بلا کر، اسے لالچ دیتی ہے اور اس کے ساتھ مل کر، اپنے سسر پہ الزام لگاتی ہے۔

"مسیح: سنیں خاموشی سے سنیں میں اپنے بچوں کو یہ خوشیاں لٹا کر چلا جاؤں گا مگر اس سے پہلے کچھ حقائق معلوم کر کے رہوں گا۔

شہیلا: کیسے حقائق؟

مسیح: اس وقت اس گھر میں ہم تین لوگ ہیں اور تینوں یہ جانتے ہیں کہ پچیس سال پہلے میرے اوپر جو گھناونا اور بھیانک الزام لگایا گیا تھا اس کی حقیقت کیا ہے، آپ کا مقصد اگر جائیداد پر قبضے کرنا تھا تو ایسی بھونڈی سازش کوئی احمق اور بے وقوف بھی نہیں سوچ سکتا۔ کیوں لبنی (لبنی شہیلا کی بہین ہے جس کے ساتھ مل کر وہ مسیح پہ الزام لگاتی ہے) خدا کو حاضر و ناظر جان کر بتائیں کیا یہ سازش نہیں تھی؟

لبنی: آنسو صاف کرتے ہوئے آپ صحیح کہتے ہیں۔"(۳)

پھر جب وہ ایسے الزامات کا سامنا نہیں کر پاتا تو رسوائی سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہوئے گھر سے پاگل ہو کر نکل جاتے ہیں۔ پھر کچھ ہی عرصہ کے بعد شہیلا ان کے مرنے کا ڈراما رچاتی ہے اور دو لاکھ رشوت کے عوض ان کے مرنے کا سرٹیفکیٹ بنوا کر مکان جائیداد اپنے نام کروا لیتی ہیں۔

"رباب: اور تم ڈاکٹر کرن سے شادی کرنا چاہتے ہو اور جانتے ہو کہ امی اپنی من مانی کے لیے کیا کچھ کر سکتی ہیں۔

ایاز: تو میں کیا کروں باجی؟

رباب: تمہیں میری طرح اپنے دل کا کہنا ماننا چاہیے۔

ایاز: اس لیے تو امی جان نے آپ کو اپنے گھر اور گھرانے سے نکال دیا تھا۔"(۴)

دوسری طرف وہ رباب کو جو کہ ڈاکٹر مسیح الدین کی پوتی ہیں کو گھر سے نکال دیتی ہیں کیونکہ وہ ایکٹر بننا چاہتی ہیں، ان کے ساتھ ساتھ اپنے بیٹے ایاز کے ساتھ بھی ایسا کرتی ہیں کہ وہ عمر بھر ماں کے پیار سے محروم رہتا ہے۔ شہیلا اتنی ہوس پرست ہوتی ہے کہ وہ کسی بھی حد تک جا سکتی ہے۔ منو بھائی نے شہیلا کا کردار معاشرہ میں ان خواتین کے لیے اجاگر کیا ہے جو اپنے مفاد کی خاطر اپنے بڑے سے بڑے رشتے بھی پاوں تلے روند کر آگے نکل جاتے ہیں، ایک طرف وہ اپنی بہین کے ساتھ مل کر اپنے سسر پہ الزام لگاتی ہے تو دوسری طرف اپنی اسی بہین کا بیٹا اسے اپنی آدھی جائیداد کے عوض خرید لیتی ہے۔

"لبنیٰ: آپ یہ کب تک چھپائیں گی کہ ایاز میرا بیٹا ہے اور آمنہ آپ کی۔۔۔

شہیلا: خاموش رہو لبنیٰ! تم بھی اس میں برابر کی شریک ہو۔

لبنیٰ: آپ نے یہ سازش میرے میاں اور ایاز کے باپ کے ساتھ مل کر کی تھی اور آدھی جائیداد دینے کا لالچ دیا تھا۔"(۵)

ڈراما کا دوسرا مرکزی کردار دانش ہے جس کا پورا نام پروفیسر وقار احمد دانش ہے جو کہ پیشہ کے لحاظ سے پروفیسر ہیں اور ان کی شادی ان کی ایک طالب علم سے اُن کی مرضی کے مطابق ہو جاتی ہے۔ شادی کے کچھ ہی عرصہ کے بعد ان کے درمیان اختلافات شروع ہو جاتے ہیں چونکہ خالدہ (دانش کی بیوی) ایک جاگیر درانہ گھرانے سے تعلق رکھتی ہے اور ان کو پروفیسر وقار احمد کا یہ شعبہ پسند نہیں ہے، وہ چاہتی ہے کہ وہ کوئی ایسا شعبہ اختیار کریں، جس میں نام اور پیسہ ہو، مگر دانش کو اپنا شعبہ بہت پسند ہے اور وہ اپنے اس شعبہ کے ساتھ بہت خوش ہے۔

"خالدہ: اس میں کوئی شک نہیں ہے جان! مگر میں مستقبل کی بات کر رہی ہوں۔

دانش: استاد کا مستقبل اپنے شاگردوں کے ساتھ ہوتا ہے خالدہ۔

خالدہ: آپ لیکچرار سے پروفیسر ہی بنے ہیں اور آپ کے شاگرد ایڈیشنل سیکرٹری اور ایمبیسڈر بن گئے ہیں۔

دانش: میرے لیے یہ فخر کی بات ہے۔

خالدہ: صرف فخر ہی کافی نہیں ہوتا جان!

دانش: مگر آخر میں فخر ہی رہ جاتا ہے۔"(۶)

اس اختلافات کے باوجود بھی خالدہ دانش سے ایک فارم پر دھوکہ دہی سے دستخط کروا لیتی ہے اور ٹورینٹو یونیورسٹی، کینڈا میں اس کی جاب کے لیے درخواست دے دیتی ہے اور پھر اپنے اثر و رسوخ یعنی سفارش سے کامیاب بھی ہو جاتی ہے۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد ٹورینٹو یونیورسٹی، کینڈا سے دانش کی جاب کا لیٹر آجاتا ہے مگر لیٹر کا سن کر دانش کو زرا بھی خوشی نہیں ہوتی کیونکہ وہ کسی قدر بھی ملک نہیں چھوڑنا چاہتا اور دوسری طرف خالدہ یہاں ایک پل کے لیے بھی مزید نہیں رکنا چاہتی۔

"خالدہ: میری آنکھیں پڑھ سکتی ہیں کہ یہ خط کہاں سے آیا ہے؟

دانش: (لفافہ اٹھا کر دیکھتے ہوئے) کہاں سے آیا ہے؟ "ٹورینٹو یونیورسٹی کینیڈا" اچھا وہ جو آپ نے مجھ سے زبردستی فارم بھروایا تھا۔

خالدہ: کھولیں تو کیا لکھا ہے۔

(دانش خط ایک طرف رکھ دیتا ہے خالدہ اٹھا کر کھولتی ہے پڑھتی ہے اور بہت خوش ہوتی ہے۔)

خالدہ: ویری گڈ، زندہ باد، خدایا تیرا لاکھ شکر ہے۔ (دانش سے) پروفیسر وقار احمد دانش صاحب مبارک ہو کہ اپ کو ٹورینٹو یونیورسٹی میں جاب مل گئی ہے۔

(دانش کوئی رد عمل ظاہر کیے بغیر اٹھتا ہے، خالدہ پریشان ہو کر بلند آواز سے پوچھتی ہے۔)

خالدہ: آپ کے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟

دانش: کیوں کیا ہوا؟

خالدہ: آپ کو اپنی زندگی کا اتنا شاندار موقع ملنے کی خوشی نہیں ہوئی انہوں نے کینیڈا کی شہرت حاصل ہونے کی پیشکش بھی کی ہے آپ اس گھنونی زندگی سے نکلنا کیوں نہیں چاہتے؟" (۷)

بہت ساری کوشش کے باوجود بھی جب دانش کینیڈا جانے کے لیے تیار نہیں ہوتا تو خالدہ ان کو یوں ہی تنہا چھوڑ کر کینیڈا چلی جاتی ہے اور وہاں رہائش پزیر ہو جاتی ہے، دوسری طرف دانش سوچوں کا پلندہ بن کر رہ جاتا ہے اور وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔ یہاں منو بھائی دو پہلو سامنے رکھتے ہیں، جن میں ایک تو آج بہت عام ہو چکا ہے جو کہ استاد اور شاگرد کی شادی ہے۔ ہمارے معاشرہ میں اب یہ بات چھپی نہیں رہی بلکہ بے شمار ایسے واقعات سامنے آچکے ہیں اور روز بروز اس میں اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ استاد جسے روحانی باپ کا درجہ حاصل ہے وہ کس طرف چل پڑے ہیں اور دوسری جانب طلباء بھی اس کام میں برابر کی شریک ہیں، جو کہ نا تو عمر کا خیال کرتی ہیں اور نا ہی اپنی کلاس کا۔ وقت گزر جانے کے بعد اپنی عمر اور کلاس کا جب پتا چلتا ہے تو وقت بہت آگے نکل چکا ہوتا ہے، یہی سب منو بھائی نے اس ڈراما میں دیکھایا ہے۔

"خالدہ: آپ نہیں جانتے بیگم صاحبہ کہ میں نے اپنے پورے خاندان کی مخالفت کے باوجود ان سے شادی کی تھی ہماری عمروں کا فرق دیکھے ہمارے گھرانوں کا فرق دیکھے سب کہتے تھے تم پچھتاؤ گی گھٹیا لوگوں کے خواب بھی گھٹیا ہوتے ہیں ڈربوں میں پیدا ہونے والے اونچی اڑان کا سوچ ہی نہیں سکتے اب پتہ چلا کہ وہ ٹھیک کہتے تھے۔" (۸)

اور دوسرا منو بھائی نے کلاس کے فرق کو اجاگر کیا ہے کہ پیار محبت میں پڑ کر مختلف کلاس کے لوگوں میں شادی کرنے کے بعد جو مسائل جنم لیتے ہیں، وہ کس قدر شدت اختیار کر جاتے ہیں اور انسان کو کن کن ازیتوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ ہمارے معاشرہ کا یہ بھی المیہ ہے کہ یہاں لڑکے کوشش کرتے ہیں کہ وہ کسی امیر گھرانے میں شادی کر لیں تاکہ اس کی زندگی سنور جائے مگر ایسی شادیاں بہت کم ہی کامیاب ہوتی ہیں۔ منو بھائی نے واضع کیا ہے کہ اگر آپ اپنے سے مختلف کلاس میں شادی کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ کو اپنی کلاس،

اپنا شعبہ اور اپنی ہر خواہش ترک کرنا پڑتی ہے، یہاں تک کہ آپ کی زندگی بھی آپ کی زندگی نہیں رہتی، آپ کی زندگی پہ آپ کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ آپ کو اگلے شخص کے قدموں پہ قدم رکھ کر چلنا پڑتا ہے، اور اگر آپ اس سے انکار کروگے تو پھر آپ کو نفسیاتی مریض بن کر پاگل خانے جانا پڑتا ہے اور عمر بھر وہاں سزا کاٹنی پڑتی ہے۔

دانش کے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ ہوا ہے جس نے اپنی طالب علم کی مرضی کے مطابق ان سے شادی کی جو کہ بہت امیر گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں اور اب اُسے دانش کا شعبہ پسند نہیں ہے، بلکہ اسے یہ ملک بھی پسند نہیں ہے وہ دانش کے ساتھ کینڈا منتقل ہونا چاہتی ہے، مگر دانش اس سب سے انکار کر دیتا ہے۔ خالدہ کے کینڈا منتقل ہوتے ہی دانش پاگل ہو جاتا ہے اور لوگ اسے پاگل خانے بھیج دیتے ہیں۔

"دانش: تم جانتی ہو بیگم مجھے کینڈا جانے اور وہاں کی شہرت حاصل کرنے کا کوئی شوق نہیں۔ میرے طالب علم میری اولاد ہیں۔ میں انھیں کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑ سکتا۔
بیگم دانش: تو کیا اس گلی کی گندگی میں مر جاوگے۔
دانش: یہاں ہماری عزت ہے، ہمارا احترام ہے۔"(۹)

اس طرح دونوں کے درمیان لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اور کچھ ہی دنوں میں یہ لڑائی طول پکڑتی ہے، مگر دانش اُسے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے مگر اس کے خواب بہت بڑے ہوتے ہیں، اس کی سوچ اور دانش کی سوچ میں بہت فرق ہوتا ہے۔

"دانش: کچھ دنوں سے ہمارے درمیان "اگر مگر" بہت آگیا ہے خالدہ! آپ بھی تو میری شاگرد رہی ہیں، اور جب آپ نے مجھے شادی کی تجویز پیش کی تھی، میں نے آپ کو بتا دیا تھا کہ اگر میرے ساتھ زندگی گزارنی ہے تو یہ میری پسند کی زندگی ہوگی۔"(۱۰)
"خالدہ: (شدید غصے میں) آپ سے بہتر کون جانتا ہے کہ میں نے ان کے لیے کیا کچھ کیا ہے کہاں کہاں سے ان کے لیے سفارش حاصل کی ہیں کس محنت سے ان کا پورٹ فولیو تریا تیار کیا ہے آپ کے پاس کتنی بار آئی ہوں کہ انھیں اس گندگی اور غلاظت سے باہر نکال سکوں اور یہ میرے سارے کیے کرائے پر پانی پھیر رہے ہیں۔
دانش: آپ یہ سب میرے لیے نہیں اپنے لیے کر رہی ہیں، یہ آپ ہیں جس کو اپنے لوگوں، اپنے بچوں اور اپنے ملک میں غلاظت اور گندگی دکھائی دیتی ہے۔
خالدہ: بہت کر لیا میں نے انتظار پروفیسر صاحب! میں نے آپ سے زیادہ خود غرض نہیں دیکھا میں نے آپ پر اپنی زندگی قربان کر دی۔ آپ نے مجھے کیا دیا ایک پرانا گھروندا جس سے بہتر گھرانے ہمارے نوکروں کے تھے۔ اس گھر میں سارا سامان میرا خریدا ہوا ہے۔ آپ کے سارے سوٹ میں نے سلوائے ہیں۔ آپ کے استعمال میں آنے والی گاڑی میں نے اپنے پیسوں سے خریدی ہے۔ آپ تو اس میں پٹرول بھی نہیں ڈلوا سکتے۔"(۱۱)

ڈراما کا تیسرا مرکزی کردار محبت علی خاں کا ہے جو کہ پہلے دونوں کرداروں سے قدرِ مختلف قسم کا کردار ہے، جسے معاشرہ نہیں، بلکہ محبت پاگل کر دیتی ہے۔ محبت علی خاں اپنے دور کا بہت معروف فلم ڈائریکٹر ہے، جو اپنی بیوی سے پرلے درجے کی محبت کرتا ہے، اور یہی محبت اُسے پاگل کر دیتی ہے۔ ایک طرف نعیما اُسے الاد جیسی نعمت کی خوش خبری سناتی ہے تو دوسری جانب یہی خوش خبری غم میں بدل جاتی ہے۔

"محبت ہسپتال کے کمرے میں جاتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔ ایک نرس بچی اٹھا کر اس کے سامنے کرتی ہے وہ بچی پر توجہ نہیں دیتا اور نعیمہ کے پاس جاتا ہے جو بہت کمزور حالت میں ہے۔

نعیما: تم نے اپنی بیٹی دیکھی؟

محبت: اُسے تو دیکھ ہی لو گا مگر تم؟

نعیما: وہ سارا پیار جو تم نے مجھے دیا ہے اُسے دے دینا۔

محبت دیکھتا ہے کہ نعیما کی آنکھیں بے جان ہو گئی ہیں۔" (۱۲)

نعیما کی وفات کے بعد ان کی بیٹی کو اس کی نانی لے جاتی ہے اور محبت خود کو مصروف رکھنے کے لیے اپنی تمام تر توجہ اپنی آخری فلم "محبت سے آگے" پر مرکوز کر دیتا ہے مگر وہ فلم بھی بری طرح ناکام ہوتی ہے، جس کے بعد ایک طرف بیوی کا غم، دوسری جانب بیٹی کی جدائی اور تیسرا فلم کی ناکامی اسے طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا کر دیتے ہیں اور بل آخر وہ بھی پاگل ہو کر پاگل خانے چلے جاتے ہیں۔

"دانش: کیا تم نے نعیما کی وصیت پر عمل کیا؟

محبت: نہیں پروفیسر! میں اپنی بچی کو محبت نہ دے سکا چونکہ اس نے مجھ سے میری نعیما چھین لی تھی جسے میں اپنی زندگی سے بھی زیادہ چاہتا تھا۔

مسیح: جس بچی کو ماں کی مامتا نصیب نہ ہوئی اسے تم نے باپ کی شفقت بھی نہ دی اس کا کیا بنا؟

محبت: اس کی نانی اسے لے گئی۔ میں اس کا تعلیمی خرچہ بھیجتا رہا مگر میرے زخم نہ بھر سکے۔ میں نے اپنی ساری توجہ اپنی آخری فلم پر مرکوز کر دی۔ اپنا سب کچھ اس میں لگا دیا۔

دانش: فلم کا ٹائٹل کیا تھا؟

محبت: "محبت سے آگے" بری طرح ناکام رہی اور سب کچھ ڈوب گیا۔ یہاں تک کہ میں خود بھی۔" (۱۳)

محبت علی خاں ثریا سے ایک بار ملتا بھی ہے مگر وہ اسے اپنانے سے انکار کر دیتی ہے اور اپنی نانی کے ہاں رہنے کو ہی فوقیت دیتی ہے۔ محبت علی خاں کے پاس اس کی آخری امید اس کی بیٹی ہی بچتی تھی جس نے اس کے ساتھ رہنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ اب محبت علی خاں کے پاس سوائے تنہائی اور دکھوں کے کچھ بھی نا بچا تھا۔ انسان دل کے قبرستان میں بہت سے دکھ درد اور راز چھپا سکتا ہے مگر کب تک۔ محبت علی خاں بھی ایک مخصوص عرصہ ان غموں کے ساتھ رہا مگر بہت جلد ہی اس نے ہار تسلیم کر لی۔ محبت علی خاں بھی ایک

نفسیاتی مریض بن کر پاگل خانے چلا جاتا ہے جہاں اس کی ملاقات پروفیسر وقار احمد دانش اور مسیح الدین سے ہوتی ہے اور یہاں سے ان تینوں کا سفر شروع ہوتا ہے جو کہ پچیس سال پہ محیط ہے۔

منو بھائی نے اس ڈراما میں ان تین کرداروں کے ذریعے ہمارے معاشرہ کی ایک نئے انداز میں تلخ حقیقت کو بیان کیا ہے ۔انھوں نے واضع کیا ہے کہ جب آپ حد سے زیادہ ایمان دار، عقل مند اور سمجھدار ہوں گے تو لوگ کبھی بھی آپ کو پسند نہیں کریں گے۔لوگ چاہتے ہیں کہ تمام انسان ان کے مطابق ہوں۔ہر ایک انسان چاہتا ہے کہ اگلا شخص اس کے مطابق ہو اور اس کی ہاں میں ہاں ملانے والا ہو۔جب آپ لوگوں کے مطابق نہیں ہوں گے تو لوگ آپ کو پاگل سمجھیں گے۔اس ڈراما کے تینوں مرکزی کردار پیشہ کے اعتبار سے ہمارے معاشرہ کا اہم ترین حصہ ہیں، مگر وہ اچھے خاصے سمجھدار اور فرض شناس ہوتے ہوئے بھی، اس معاشرہ نے ان کو پاگل بننے پہ مجبور کر دیا۔

منو بھائی نے جہاں شہری زندگی کے مسائل بیان کیے ہیں، وہاں دیہات میں رہنے والے لوگوں کے مسائل کو بھی مد نظر رکھا ہے۔شہر کی افراتفری حرص ولالچ اور لوگوں کے تلخ رویوں کو جہاں منو بھائی نے بیان کیا ہے، وہاں گاؤں میں چودھریوں اور وڈیروں کے چھوٹے طبقہ پہ ظلم و ستم کو بھی بیان کیا ہے۔وڈیرے غریب طبقہ کو کس طرح سے استعمال کرتے ہیں اور ان کا کس طرح سے استحصال کرتے ہیں، یہ سب منو بھائی نے واضح کیا ہے۔شہر میں جو رہنے والے لوگ ہیں وہ ایک دوسرے کی عزت و احترام سے بالکل عاری ہوتے ہیں، ان کو ایک دوسرے کا زرا بھی احساس نہیں ہوتا، دولت اور ہوس میں وہ اپنے تک نہیں دیکھتے، یہاں تک کہ اس ڈراما کا مرکزی کردار مسیح الدین اپنی بہو کے ہاتھوں ذلیل وخوار ہو کر گھر سے نکلتا ہے۔مسیح الدین جو کہ پیشہ کے اعتبار سے ڈاکٹر ہے اور ایک فرض شناس شہری ہے۔اس کی بہو اس کا مکان ہتھیانے کے لیے طرح طرح کے حلے بہانے بنا کر، اس کو گھر سے نکالتی ہے۔یہی نہیں بلکہ اسے پاگل ثابت کرتی ہے۔مسیح الدین جو کہ اپنی ذمہ داریاں پوری ایمانداری سے سرانجام دے رہا ہوتا ہے، اس کی بہو جو کہ بہت لالچی ہے اور وہ ہر حوالے سے اس کو اس گھر میں نہیں دیکھنا چاہتی اور گھر کو اپنے نام کروانا چاہتی ہے، اس کے دل و دماغ میں جو بھی حربے آتے ہیں، وہ استعمال کرتی ہے اور آخر کار اس میں کامیاب ہوتی ہے، اور مسیح الدین کو پاگل ہو کر گھر سے نکل کر دماغی ہسپتال میں داخل ہونا پڑتا ہے۔اسی طرح سے ہی ڈراما کے باقی دونوں مرکزی کردار محبت علی خان اور پروفیسر دانش ہیں جن کو اسی طرح سے ہی پاگل کر کے دماغی ہسپتال میں بھیج دیا جاتا ہے۔یہ تینوں کردار اس معاشرہ کے بہت اہم ترین حصہ ہیں اور پیشہ کے اعتبار سے بھی وہ اس معاشرہ کا ایک اہم حصہ ہیں۔لیکن ان کے اپنے ہی خون کے پیاسے نکلتے اور ان کو طرح طرح کی ازیت دے کر پاگل کر دیتے ہیں۔ان کے اپنے ہی ان کو بالکل درست ہوتے ہوئے بھی پاگل قرار دے کر دماغی ہسپتال تک پہنچا دیتے ہیں، جہاں یہ ذلت کی زندگی گزارنے پہ مجبور ہیں۔لیکن یہ تینوں دماغی ہسپتال کے اندر ہار نہیں مانتے اور باہر نکلنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اور آخر کار وہ کامیاب ہوتے ہیں اور اسی طرح سے ہی تینوں مختلف جگہوں سے ہوتے ہوئے شہر میں کبھی اس کونے میں کبھی اس کونے میں پڑے ہیں۔اور پھر آہستہ آہستہ ان کے اپنے ان کو ملنا شروع ہوتے ہیں اور آخر کار ان تینوں کو ان کی فیملیز مل جاتی ہیں اور ان کے ساتھ جو کچھ ہوا سب واضح ہو جاتا ہے۔جن لوگوں نے ان کو پاگل قرار دے کر گھر سے نکال دیا تھا، وہی لوگ ان کو آخر قبول کرتے ہیں لیکن قبول بھی اس صورت میں کہ جن شرائط یا وجوہات کی بنا پہ ان کو گھر سے بے دخل کیا گیا تھا انھیں شرائط پہ ان کو گھر میں جگہ دی جاتی ہے۔ثابت ہوا کہ موجودہ یا عصر حاضر میں آپ اگر زبان کھولتے ہیں آپ اگر حق کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں تو آپ کو پاگل قرار دیا جاتا ہے اگر آپ امن و

سکون کی زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو آپ کو ہر ایک بات پہ خاموشی اختیار کرنا ہو گی اور وہی کرنا ہو گا جو حکم دیا جائے۔ آپ اپنے حق کے لیے کہیں بھی بول نہیں سکتے ہیں اگر آپ اپنے حق کے لیے آواز اٹھائیں گے تو اپ کو پاگل قرار دیا جائے گا۔

ڈرامے کا ایک اہم پسِ منظر سیاسی صورت حال بھی ہے۔ منو بھائی بتاتے ہیں کہ کس طرح سیاستدان متوسط طبقہ کو کچلتے ہیں۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ کس طرح غریب انسانوں کا خون نچوڑ کر، ان بڑے لوگوں کو پروٹوکول دیا جاتا ہے اور کس طرح ان کی عیش و عشرت کے لیے سامان کیا جاتا ہے۔ جو سرکاری اداروں کے مالکان ہیں، وہ کس طرح شان و شوکت سے ان کا استقبال کرتے ہیں اور ان کے لیے رنگ برنگی تقریبات سجاتے ہیں۔ اس ڈراما میں دماغی ہسپتال کا جو انچارج ہے، وہ وزیر صحت کے آنے پر کس طرح سے تقریب سجاتا ہے اور اس کے لیے سارے عملے کو کس طرح سے استعمال کرتا ہے۔ وزیر صحت کی نظر میں اچھا بننے کے لیے کس طرح سے وہ مصنوعی انتظامات کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ کس طرح اپنے سٹاف سے ایک ڈراما تیار کرواتے ہیں۔ ڈراما میں خود کو اچھا دکھانے کی بھرپور کوشش کرتا ہے، لیکن اس کی بد قسمتی کہ ڈرامے کے کردار اس کا اصل چہرہ دکھاتے ہیں۔ ہسپتال کے انچارج (نزیر) سے بجٹ کے حوالے سے جو بھی بات کرتا ہے، وہ اسے پاگل تصور کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آپ پاگل ہیں جو بجٹ کے کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔ کیونکہ ہسپتال کو ملنے والا بجٹ وہ خود کھا جاتا ہے اور عملہ کے پوچھنے پر الٹا ان کو پاگل تصور کرتا ہے۔ اُس سے جو بھی ہسپتال کی سہولیات یا مریضوں کی صحت میں معاون سامان کے متعلق بات کرتا ہے، اسے یہی کہا جاتا ہے کہ بجٹ ملتا ہی نہیں تو میں کہاں سے دو۔ اگر دو چار لوگ مل کر بات کریں تو ان کو آگے سے وہ پاگل تصور کرتا ہے۔

"مسیح: یہ ساری رنگ بازی صرف بڑے لوگوں کے لیے کیوں ہمارے لیے کیوں نہیں۔

نظیر: اس کے لیے ہمارے پاس بجٹ نہیں ہے .

مسیح: کہاں جاتا ہے سارا بجٹ۔

نزیر: تم لوگ اپنے کام سے کام رکھو پاگلوں جیسی باتیں نہ کرو۔" (۱۴)

اصل میں منو بھائی اس ڈراما کے ذریعے یہ تصور دینا چاہتے ہیں کہ یہاں کوئی بھی اپنے حق کے لیے آواز اٹھاتا ہے تو اس کو پاگل تصور کیا جاتا ہے یا پھر اُسے پاگل ہونا پڑتا ہے۔ اس کی زندہ مثال اس دماغی ہسپتال میں داخل اس ڈراما کے تینوں مرکزی کردار ہیں (محبت دانش اور مسیح) جن کو ان کے فرائض ایمانداری سے سرانجام دینے پر اس معاشرہ نے پاگل قرار دیا اور پاگل بننے پر مجبور کیا۔ یہ ایک لمبا عرصہ سے اس ہسپتال میں بالکل ٹھیک اور صحت مند ہوتے ہوئے بھی پاگلوں کے ساتھ پاگلوں جیسی زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔ جو بھی اس معاشرہ میں اپنے حق کے لیے آواز اٹھائے گا، اسے پاگل قرار دیا جائے گا۔ اگر آپ یہاں امن و سکون کی زندگی جینا چاہتے ہیں تو اپنی آواز کو اپنے تک ہی محدود رکھنا ہو گا۔ آپ اپنے حق کے لیے آواز نہیں اٹھا سکتے بلکہ آپ کی آواز کو گناہ کبیرہ سمجھا جائے گا۔

جو ڈراما وزیر صحت کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، اصل میں وہ اس ڈراما کے تینوں مرکزی کرداروں کی ایک سازش ہوتی ہے جو وہ اس دماغی ہسپتال کے انچارج کے خلاف رچاتے ہیں۔ محبت علی جو کہ فلم ڈائریکٹر ہوتا ہے، حالات نے اسے پاگل ہونے پہ مجبور کیا وہ اپنے دونوں دوستوں کے ذریعے نزیر کے کالے کرتوت وزیر صحت کے سامنے لاتا ہے۔ پھر وہ اپنی جاب بچانے کے لیے کیا کیا حربے استعمال کرتا ہے، یہ سب ہمارے معاشرے کا المیہ ہے۔

ڈراما میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے دو ایسے کردار بھی پیش کیے گئے ہیں جو ہیں تو ایک دوسرے کے بہت قریب لیکن دونوں کا مذہب الگ الگ ہے۔ مس سلویا جو کہ نفسیات کی ڈاکٹر ہیں اور ہسائی مذہب سے تعلق رکھتی ہیں، حامد سے بے جا محبت کرتی ہے۔ حامد اسی کے ہسپتال میں ڈاکٹر ہوتا ہے، اور وہ بھی اس سے پرلے درجے کی محبت کرتا ہے۔ دونوں کے خاندان اور روایات بالکل الگ الگ ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کو لگتا ہے کہ وہ کبھی بھی ایک دوسرے کے ہو نہیں پائیں گے۔ حامد کی ماما اس کی شادی اپنی بہن کی بیٹی سے کرنا چاہتی ہے، اور وہ اب جب بھی حامد ہسپتال سے گھر آتا ہے، اس سے صرف اور صرف شادی کی بات کرتی ہے۔ آخر کار ان دونوں ماں بیٹا کے درمیان بہت سارے اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف مس سلویا کی ماما اچانک بیمار پڑ جاتی ہیں اور مس سلویا کے پاس اس رشتہ کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ وہ ماما کے علاج میں لگ جاتی ہیں اور حامد بھی ان کی ہر حوالے سے مدد کرتا ہے۔ بل آخر مس سلویا کی ماما کی وفات کے بعد دونوں شادی کر لیتے ہیں۔ مس سلویا اپنا مذہب تبدیل کر لیتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مسعود حسن رضوی، سید، اردو ڈراما اور اسٹیج ابتدائی دور کی، لکھنؤ، کتاب نگر، ۱۹۵۷ء، ص: ۱۱۳

۲۔ ابراہیم یوسف، اُردو ڈراما کی تنقید کا جائزہ، نئی دہلی، نئی آواز جامعہ نگر، ۱۹۹۴ء، ص: ۷۶

۳۔ منوبھائی، پاگل، احمق، بے وقوف (قسط ۱۵)، مخزونہ ڈاکٹر محمد سلمان بھٹی، (مملوکہ)، کاشف منیر فرزند منوبھائی، سن ندارد، ص: ۱۰

۴۔ ایضاً

۵۔ ایضاً، ص ۲۹

۶۔ منوبھائی، پاگل، احمق، بے وقوف (قسط ۱۴) (جلد ۳)، ص ۱۵

۷۔ ایضاً، ص ۲۴

۸۔ ایضاً، ص ۲۶

۹۔ منوبھائی، پاگل، احمق، بے وقوف (قسط ۱۳) (جلد ۳)، ص: ۱۰

۱۰۔ منوبھائی، پاگل، احمق، بے وقوف (قسط ۱۴) (جلد ۳)، ص: ۱۵

۱۱۔ ایضاً، ص: ۲۶

۱۲۔ منوبھائی، پاگل، احمق، بے وقوف (قسط ۹) (جلد ۲)، ص: ۲۴

۱۳۔ ایضاً، ص: ۲۵

۱۴۔ منوبھائی، پاگل، احمق، بے وقوف (قسط ۱)، ص: ۱۴

References in Roman Script:

1. Masood Hassan Rizvi, Syed, Urdu Drama Aur Stage Abdai Dor Ki, Laknow: Kitab Nagar, 1957, P: 113
2. Ibrahim Yousaf, Urdu Darma Ki Tanqeed Ka Jaiza, New Delhi: Nahi Awaz Jama Nagar, 1994, P: 76

3. Muno Bahi, Pagal, Aamak, Bewaqoof (Ep 15), Masoona Dr. Muhammad Salman Bhatti, Malooka: Kashif Munir Fazand Muno Bhai, Sun Taheer, P: 10
4. Abid
5. Abid, P: 29
6. Muno Bahi, Pagal, Aamak, Bewaqoof (Ep 14), Masoona Dr. Muhammad Salman Bhatti, Malooka: Kashif Munir Fazand Muno Bhai, Sun Taheer, P: 15
7. Abid, P: 24
8. Abid, P: 26
9. Muno Bahi, Pagal, Aamak, Bewaqoof (Ep 13) (Jild 3), Masoona Dr. Muhammad Salman Bhatti, Malooka: Kashif Munir Fazand Muno Bhai, Sun Taheer, P: 10
10. Muno Bahi, Pagal, Aamak, Bewaqoof (Ep 14) (Jild 3), P: 15
11. Abid, P: 26
12. Muno Bahi, Pagal, Aamak, Bewaqoof (Ep 9) (Jild 2), Masoona Dr. Muhammad Salman Bhatti, Malooka: Kashif Munir Fazand Muno Bhai, Sun Taheer, P: 24
13. Abid, P: 25
14. Muno Bahi, Pagal, Aamak, Bewaqoof (Ep 1), Masoona Dr. Muhammad Salman Bhatti, Malooka: Kashif Munir Fazand Muno Bhai, Sun Taheer, P: 14